ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

اردو جملے کی ساخت میں سُر اور آہنگ کی جلوہ آرائی

The structure of the sentence in Urdu has defined places for its parts. However, syntax is not what the literary figures always follow. They have to give more importance to the beauty,rhythm and musicality of the sentecne ------ the literariness wihch has the meaning of its own. The following research article puts light on the same issue.

اردو تصریفی زبان بھی ہے اور تحلیلی بھی۔ قواعدی اعتبار سے اردو جملے میں اجزائے کلام کے مقامات متعین ہوتے ہیں۔ اجزائے کلام کی مخصوص ہیئتیں ان کی شناخت کا باعث بھی ہیں اور ان کی معنویت کی عکاس بھی۔ ڈاکٹر طارق سعید کے الفاظ میں: ''جملہ صرف معنوی الفاظ کی تنظیمی ترتیب کا ہی نام نہیں، بل کہ ایک خاص ترکیبی تنظیم بھی جملے کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہے۔''(۱)

معنی کا پھیلاؤ لسانی پیکر کے آہنگ سے مرتب ہوتا ہے اور سر تال کا پیرایہ اس کے طرزِ احساس کو حسنِ خیال کی رعنائی کا اشاریہ بنا دیتا ہے۔ اجزائے کلام کی مخصوص اور متعین ہیئتوں میں الٹ پھیر ان کی معنوی اور لسانی حیثیتوں کو متاثر کرتا ہے۔ فاعل اور مفعول کے علائم بعض اوقات مقامات کی تبدیلی کے باوجود ایسے نشانات فراہم کرتے ہیں، جس سے ان کی پہچان ممکن ہوتی ہے، مگر اکثر و بیشتر ان کی جگہیں بدلنے سے، یہ اپنے مفہوم بدلنے لگتے ہیں اور یوں ان کی پہچان گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح کا داخلی نظام بھی متاثر ہوتا ہے اور خارجی لحن بھی، جس سے ان کی مجموعی معنوی اور لسانی تعبیر اپنے مدار سے ہٹ جاتی ہے۔ چوں کہ اردو میں فاعل اور مفعول کا کوئی صرفیہ نہیں ہوتا، جو عربی کی طرح مقامات کی تبدیلی کے تناظر میں، ان کے معنی و مفہوم کو بدلنے سے روک سکے، اس لیے اردو جملہ تصریفی دائرے سے نکل کر تحلیلی صورت کا عکاس بن جاتا ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں کے مطابق:

> ''یوں تو ہر زبان ایک تہذیبی روایت کی حامل ہوتی ہے، لیکن خصوصیت ان زبانوں کی زیادہ ہوتی ہے، جو اپنی ساخت کے اعتبار سے ملواں ہوتی ہیں، جو دو یا دو سے زیادہ عظیم تہذیبی روایات کے میل سے پیدا ہوتی ہیں جیسی کہ ہماری اردو زبان ہے۔''(۲)

اردو زبان تصریفی اور تحلیلی طرزِ اظہار کے اسالیب کے مابین اپنے جملے کی ساخت اور پرداخت کرتی ہے۔ اس سے اردو جملہ لسانی رنگارنگی کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ اس کا اسلوبیاتی آہنگ داخل اور خارج کی معنوی فضا سے بھی ہم آہنگ ہوتا ہے اور لسانی جمالیات کی رعنائی سے بھی۔ اردو میں جملہ سازی کے قرینے اتنے Verstile ہیں کہ انھیں قواعدی اصولوں کے تناظر میں پابند نہیں کیا جا سکتا۔ ملا وجہی سے لے کر قرۃ العین حیدر تک پچاسوں صاحب طرز اسلوب نگاروں کے ہاں جملوں کی تخلیقی رنگارنگی قواعد کے پیمانوں سے ماپی اور تولی نہیں جا سکتی، البتہ انھیں اسلوبیاتی اور لسانیاتی آہنگ کے قرینوں سے پرکھا جا سکتا ہے۔ ان

میں حسنِ اظہار کی بوقلمونی کے رنگ کس طرح اپنی بہار کا سراپا اوڑھے ہوئے ہیں۔ قواعد کے ہدایت نامے جملے کے معنوی تناظر کے عکاس ہوتے ہیں، ان میں لسانی آہنگ کی جلوہ آرائی کے قرینے مرتب نہیں ہوتے، اس لیے ان پیمانوں پر تخلیقی جملے کی نیرنگی اور رنگا رنگی کے منظر نامے عکس انداز نہیں ہو پاتے۔ قواعدی اصولوں کی روشنی میں جملے میں موجود مختلف لفظوں کے اصطلاحی نام اور ان کے متعین مقامات تو ملتے ہیں کہ جن کے تناظر میں، جملے کی ترکیب کی جا سکے، مگر جملے کے باطن میں موجود سُر تال، رنگ اور روشنی کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ صرف ونحو کی کتابوں میں ان داخلی عوامل کے اصطلاحی ناموں کی عدم موجودگی، اس علم کی تحدید پر دلالت کرتی ہے کہ کس طرح یہ علم یک رخے مطالعے کی بدولت کسی جملے کا تجزیہ کر کے، اس کے کُلی منظر نامے پر حکم لگاتا ہے۔ جزوی طرزِ احساس مکمل نظام کا آئینہ دار نہیں ہوتا، لہٰذا اردو جملے کے پیٹرن کا تجزیہ ہونا باقی ہے۔ جملے میں رنگ، روشنی اور خوشبو کے جو چراغ جلتے ہیں، یہ پیمانے انھیں اپنے حصار میں لے کر ان کی تعبیر اور تفسیر سے قاصر ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جملے کے اجزائے کلام، بناوٹ اور معنی ومفہوم کے اعتبار سے اقسام مرتب کرنے کے بجائے، اسے اسلوب، ڈکشن اور سُر تال کے تناظر میں منقسم کیا جائے، تاکہ اس کی معنوی صداقت اور لسانی طرزِ احساس کی جمالیات کا مطالعہ ممکن ہو سکے۔

اردو جملے میں رنگ، روشنی اور خوشبو سے اس کا داخلی نظام مراد ہے، جو معنی کی تخلیقی خیالِ حسن کی جمالیات کا اشاریہ بنا دیتا ہے۔ جہانِ معنی کی کشید جملے کے اس فکری اور معنوی اسلوب کی تاب ناکی کی نمایندہ ہوتی ہے، جو اس کے باطن سے معنی کی کشید میں معاون ہوتا ہے۔ خارجی پیکر کی تعبیر سُر تال کے آہنگ سے مرتب ہوتی ہے۔ جدید لسانیاتی اسلوب میں اردو جملے کا مطالعہ داخلی اور خارجی حوالے سے اس کی مکمل اکائی کو نمایاں کرتا ہے، کیوں کہ سُر کا اتار چڑھاؤ لفظوں کے باہمی تعلق سے استوار ہوتا ہے اور یہ تعلق جملے کے مجموعی لسانی آہنگ کو جنم دیتا ہے، جس سے جملے میں لفظوں کی موسیقی جملے کے پورے خارجی ماحول کو ردھم سے معمور کر دیتی ہے۔ ردھم کا یہ لہریہ خارجی پیکر سے ہوتا ہوا جملے کے داخلی رنگ سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے، جس سے لفظوں کی جھنکار جملے میں ان کی نشست و برخاست کے اسلوب کی انفرادیت پیدا کرتی ہے اور جملہ اپنے سیاق وسباق میں معنویت سے بھر جاتا ہے۔ صاحبِ طرز اسلوب نگاروں کے ہاں جملے کے مطالعات ان کے شخصی اسلوبِ اظہار اور وظیفہ خیال کی انفرادیت کے مظہر ہوتے ہیں، کیوں کہ کوئی بھی صاحبِ طرز ادیب اپنے جملے کو حسنِ خیال کی توانائی اور داخلی طرزِ احساس کی جمالیات عطا کرتا ہے، اس لیے اس کا جملہ کسی دوسرے صاحبِ طرز ادیب کے جملوں سے منفرد اہمیت کا حامل ٹھہرتا ہے۔ میرامن کا جملہ، غالب کے جملے سے میل نہیں کھاتا اور جملہ سازی کے عمل میں محمد حسین آزاد، شبلی سے منفرد ہیں۔ یہ انفرادیت اور رنگا رنگی ان کے جملوں کی ساخت سے پھوٹتی ہے اور ان کے اسالیبِ اظہار کی نمائندہ بن جاتی ہے، کیوں کہ میرامن کے ہاں جملوں میں لفظی دروبست اور سُر تال کا نظام، غالب کے دروبست اور سُر تال سے مختلف ہوتا ہے۔ یوں ان کے جملے قواعدی اصولوں کے منطقی اسلوب سے ہٹ کر، ان کے داخلی تجربوں کے غماز ٹھہرتے ہیں۔ ان میں لفظی جاذبیت اور فنی پرکاری انھیں لسانی آہنگ کی خوشبو سے معطر رکھتی ہے اور اس طرح جملے کی رنگینی اور رعنائی اسلوبیاتی نظام سے مربوط ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر طارق سعید کے بقول:

> ''ادیب وشاعر لفظی قواعد نیز تشکیل فقرہ نیز قواعد کی سطح پر بھی اجتناب ہی نہیں کرتا ہے، بل کہ قواعد کی کھلی ہوئی خلاف ورزی بھی کرتا ہے۔ قواعد کے اصولوں کی خلاف ورزی سطحی اور معیاری دونوں طریقوں سے ممکن ہے۔ عموماً سطحی اجتناب فقرے کے تلفظ سے متعلق ہوتا ہے، جب کہ معیاری اجتناب معنوی اور جذباتی تڑپ سے تعلق رکھتا ہے، جہاں فقرہ و خیال کے انگارے تلفظ اور فقرے کی بندش سے بے نیاز ہو رہے ہوں، وہاں

> قواعد کے اصول بھی اگر مجروح ہو رہے ہوں، تو کوئی افسوس کی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب اور اقبال کے علاوہ نثر نگاروں میں محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد اور آج بولتی وغیرہ ایسے ہیں جو معنوی لحاظ سے ایک طرح کے الفاظ کی تکرار کی موجودگی کی ذرا پروا نہیں کی۔ سلگتے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیا۔'' (۳)

اردو جملے کی لسانی شناخت اس کی معنوی اکائی سے نہیں، اس کے سُر سے ہوتی ہے۔ جملے کا ردھم اس کی معنویت کو بھی متاثر کرتا ہے اور لسانی رویوں کو بھی۔ کیوں کہ مختلف الفاظ پر پڑنے والا دباؤ [stress]، ان کی جگہ بدلے بغیر ہی ان کی معنوی صداقت کو کم یا زیادہ کر دیتا ہے اور یوں جملے میں ردھم کی اہمیت اس کے ذاتی وصف کو نمایاں کرتی ہے۔ اگر جملے کے داخلی قرینے کے مطابق الفاظ کے مقامات بدل دیے جائیں اور لفظوں پر دیے جانے والے stress کا قرینہ بدل جائے، تو معنوی آہنگ بھی تغیر و تبدل سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ یا تو جملے کی معنویت میں فرق آ جاتا ہے۔ یا پھر جملے کی معنوی فضا مختلف نوعیتوں کے لسانی ضابطوں میں ڈھل جاتی ہے۔ مثلاً کسی خاص لفظ یا ترکیب پر دباؤ بڑھانے سے سُر میں ابھار پیدا ہوتا ہے، تو جملے کی مجموعی معنوی فضا میں ارتعاش سا پیدا ہو جاتا ہے، جو تکرار یا تاکید یا پھر کسی دوسرے فنی حسن کو اجاگر کرتا ہے۔ لسانی حوالے سے جملے کا تجزیہ سر کے اتار چڑھاؤ سے مرتب اور متشکل ہوتا ہے۔ ابھی تک اردو میں سُر تال کے نظام کے تناظر میں جملے کا لسانی تجزیہ نہیں ہوا، ورنہ معلوم ہوتا کہ صاحب طرز ادیبوں کے ہاں ہزاروں ایسے جملے بکھرے پڑے ہیں، جہاں قواعد کی ترتیب سے ہٹ کر محض سُر کے اتار چڑھاؤ کی بدولت معنوی shades کو پوری تخلیقی رعنائی سے نمایاں کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر غالب کا یہ جملہ دیکھیے ''مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے''۔ جملے کے مکالماتی اسلوب نے قواعدی زنجیر کی پابندی گوارا نہ کرتے ہوئے، ترتیب کلام کے اصولوں کو اس انداز سے بے ترتیب کیا ہے کہ قواعدی پابندیاں ورطۂ حیرت میں گم ہو رہ گئی ہیں۔ اگر غالب قواعد کے مطابق جملہ لکھتے، تو ''یار! تیری جواب طلبی نے مار ڈالا''، کہہ کر اصول و ضوابط کی پابندی تو کر لیتے، مگر اظہار کی توانائی طرزِ احساس کی رعنائی سے ہم کلام نہ ہو پاتی، جواب ان کے جملے میں موجود ہے اور شاید قواعد کی یہ اثر اندازی جملے کو خارج از آہنگ بھی کر دیتی اور اس کے حسنِ اظہار کا قرینہ بھی مجروح ہوتا۔ یہ ایک مثال ہے۔ **عود ہندی** اور **اردوئے معلی** کا ہر دوسرا جملہ اس لسانی تشکیل کا اشاریہ ہے، جو جدید لسانیات کا اسلوبیاتی نظام مرتب کر رہا ہے۔ غالب نے صرف مراسلے کو مکالمہ نہیں بنایا، جملے کو لسانی ہیئت عطا کر کے، اس کی معنوی جمالیات کا اثر بھی دونا کر دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر طارق سعید:

> ''صاحب اسلوب بننا نہ صرف قواعد و صرفی نحوی سے روگردانی کا نام ہے اور نہ ہی علم الکلام و علم بدیع کے تیر ہوا میں چلانے کا نام ایک صاحب اسلوب فن کار ایسی آزادی، کا علم بردار ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ ان کے بنائے گئے اکثر و بیشتر ضابطوں کو ٹھوکر مارتا ہے۔'' (۴)

اردو جملہ مفرد یا مرکب، سادہ ہو یا پیچیدہ اس کا آہنگ ہی اس کی کوملتا کو واضح اور متعین کرتا ہے، اس کے خارجی پیکر کو نہیں۔ جملے میں موجود الفاظ کی گونج اپنے وزن و آہنگ کے مدار میں جہانِ معنی کی نوید بنتی ہے اور اس کا اسلوب اس تخلیقی آب و تاب کا آئینہ دار ہوتا ہے، جو جملے کی مجموعی داخلی اور خارجی فضا میں موجود ہو، کیوں کہ مجرد لفظ اپنے اندر موجود معنوی طرزِ احساس کی یک رخی اور ادھوری کہانی کے غماز ہوتے ہیں، لیکن جملے کے سیاق و سباق کے بغیر اپنے آپ کو آشکار نہیں کرتے۔ جملہ زبان کی اکائی ہوتا ہے، یا اسے ہونا چاہیے، بہ صورت دیگر لفظ کی مجرد صورتیں اپنی معنوی پرتوں کو بے نقاب نہیں کر سکتیں۔

اردو جملہ ایک لفظی بھی ہو سکتا ہے، مگر اس مجرد لفظ میں معنوی سیاق و سباق اس کے سُر تال سے مرتب ہوتا ہے، اس کے خارجی پیکر سے نہیں۔ کوئی بھی اسم، فعلِ ناقص، حرف، استفہامی لفظ یا امر یک لفظی جملے کی تشکیل کرتا ہے، لیکن اس لفظ کی معنویت

اس کے آہنگ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ آہنگ جتنا گونج دار، توانا اور طرزِ احساس کی رعنائی سے معمور ہوگا، جملے کی تشکیل اسی قدر بھرپور معنویت کی عکاس ہوگی، کیوں کہ جملہ گنجینۂ معنی کا طلسم کدہ بھی ہوتا ہے اور لسانی ہیئت کا آئینہ دار بھی۔ اجزائے کلام کی ہم آہنگی خیال کے Images بھی مرتب کرتی ہے اور لسانی ہم آہنگی کے سُر بھی۔ ایک لفظ کا سُر دوسرے لفظوں کے ساتھ ہم آمیخت ہوکر جملے کے تناظر میں ایک ایسے ردھم کو جنم دیتا ہے، جو خیال کی ہیئت کو زبان کی ہیئت میں ڈھال دیتا ہے اور یوں جملے کی معنوی اکائی ...... لسانی اکائی سے ہم آہنگ ہوکر معنیاتی، قواعدی اور منطقی اسلوب کی آئینہ دار بن جاتی ہے۔

حوالے

۱۔ اسلوب اور اسلوبیات: دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس: ۱۹۹۶ء: ص ۱۱۹

۲۔ مضامین مسعود: علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس: ۱۹۹۷ء: ص ۱۴۷

۳۔ اردو طنزیات و مضحکات کے نمائندہ اسالیب: دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس: ۱۹۹۶ء: ص ۲۴

۴۔ اسلوبیاتی تنقید: فیض آباد، نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ: ۱۹۹۳ء: ص ۴۰۳

Scanned by CamScanner